کلاسیکی غزل کی شعریات کا خاکہ، مبنی بر اقوال شعرا

	در جہانی و از جہاں بیشی
انوری، وفات ۱۱۸۷	ہم چو معنی کہ در بیاں باشد
امیر خسرو، ۱۲۵۳-۱۳۲۵	و غزل ہا ے کہ مانند آب لطیف
زمانۂ تحریر: ۱۳۱۵	رواں تر ... و از مقام ہوائیت
	بہ مرتبۂ مائیت رسیدہ و ایں
	ازاں غرۃ الکمال است۔
امیر خسرو	حضرت رسالتؐ فرمودہ است کہ
زمانۂ تحریر: ۱۳۱۵	کل شاعر کذاب و انی کی حاصل
	ایمان من چہ باشد کہ کذب را
	بہ کمال رسانیدہ ام۔
	آں را کہ خوانی استاد گر بنگری بہ تحقیق
حافظ، وفات ۱۳۸۹	صنعت گر است اما شعر رواں ندارد
	دفتر ببیں کہ معنویاں چوں نوشتہ اند
طالب آملی، وفات ۱۶۲۶	الفاظ را فگندہ و مضموں نوشتہ اند

طالب آملی	لفظے کہ تازہ است بہ مضموں برابر است
طالب آملی	بدیہہ شاہد صدق است بے مطائبہ طالب کہ صاحب سخن از استعارہ چارہ نہ دارد سخن کہ نیست درو استعارہ نیست ملامت نمک نہ دارد شعرے کہ استعارہ نہ دارد
صائب ۱۶۰۱ - ۱۶۶۹	عشرت ما معنی نازک بدست آوردن است عید ما نازک خیالاں را ہلال ایں است وبس
بیدل ۱۶۴۴ - ۱۷۲۰	خیال اگر ہوس آہنگ مشق آزادی ست چو بوئے گل بہ صبا معنی نہ بستہ نویس
بیدل	اے بسا معنی کہ از نامحرمی ہائے زباں باہمہ شوخی مقیم پردہ ہائے راز ماند
ولی ۱۶۶۷(؟) - ۱۷۲۰ (؟)	راہ مضمون تازہ بند نہیں تا قیامت کھلا ہے باب سخن جلوہ پیرا ہو شاہد معنی جب زباں سے اٹھے نقاب سخن
شاہ مبارک آبرو ۱۶۸۵ - ۱۷۳۳	شعر کو مضمون سیتی قدر ہو ہے آبرو قافیہ سیتی ملایا قافیہ تو کیا ہوا
شاکر ناجی ۱۶۹۰ (؟) - ۱۷۴۴ (؟)	روانی طبع کی دریا سیتی کچھ کم نہیں ناجی بھریں پانی ہم ایسی جو کوئی لاوے غزل کہہ کے
شاہ حاتم ۱۶۹۹ - ۱۷۸۳ زمانۂ تحریر: ۱۷۲۸	ہوا ہے بحر معانی کا دل مرا غواص در سخن کو وہ لے ہم سے جس میں ہو اخلاص

شاہ حاتم
زمانۂ تحریر: ۱۷۴۶

کہتا ہے صاف و شستہ سخن بسکہ بے تلاش
حاتم کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

شاہ حاتم
زمانۂ تحریر: ۱۷۵۲

متفق باللفظ والمعنی کہیں ہیں خوش خیال
مصرع برجستہ و دلچسپ سراپا تجھے

شاہ حاتم
زمانۂ تحریر: ۱۷۵۳

ہمیں مضمون و معنی سے نہیں کچھ ربط اے حاتم
نشے کی لہریں جو دل میں آیا ہم بھی بک بیٹھے

سودا، ۱۷۱۳-۱۷۸۱
زمانۂ تحریر: قبل ۱۷۵۲

یک رنگ ہوں آتی نہیں خوش مجھ کو دو رنگی
منکر سخن و شعر میں ایہام کا ہوں میں

درد، ۱۷۲۰-۱۷۸۵

از بس کہ ہم نے نام دوئی کا مٹا دیا
اے درد اپنے وقت میں ایہام رہ گیا

سودا ۱۷۱۳-۱۷۸۱
زمانۂ تحریر: قبل ۱۷۵۴

کس طرح خانۂ گردوں کی بنا ہووے چست
معنی اس بیت کے اک ہم ہیں سو آورد کے ساتھ

انعام اللہ خاں یقین
۱۷۲۷(؟)-۱۷۵۵

شاعری ہے لفظ و معنی سے تری لیکن یقیں
کون سمجھے یاں تو ہے ایہام مضموں کا تلاش

سودا
زمانۂ تحریر: قبل ۱۷۶۰

کیا ہی وحشت زدہ مضموں تھے جنھوں کو سودا
تو نے ہر مصرع موزوں میں زنجیر کیا

میر ۱۷۲۲-۱۸۱۰
دیوان اول، قبل ۱۷۵۲

نہ ہو کیوں ریختہ بے شورش و کیفیت و معنی
گیا ہو میر دیوانہ رہا سودا سو مستانہ

میر، دیوان اول، قبل ۱۷۵۲

عجب ہوتے ہیں شاعر بھی میں اس فرقے کا عاشق ہوں
بھری محفل میں بے دھڑکے یہ سب اسرار کہتے ہیں

میر، دیوان اول

میر شاعر بھی زور کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

میر، دیوان اول

کچھ ہو اے مرغِ چمن لطف نہ جاوے اس سے
نوحہ یا نالہ ہر اک بات کا انداز ہے ایک

میر
دیوان دوم، قبل ۱۷۷۸

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہیں شعر میر
در سے ہزار چند ہے ان کے سخن میں آب

میر
دیوان دوم، قبل ۱۷۷۸

کیا جانوں دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میر کے
کچھ طرز ایسی بھی نہیں ایہام بھی نہیں

میر
دیوان سوم، ۱۷۸۵

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

میر
دیوان سوم، ۱۷۸۵

طرفیں رکھے ہے ایک سخن چار چار میر
کیا کیا کہا کریں ہیں زبان قلم سے ہم

میر
دیوان چہارم، ۱۷۹۴

زلف سا پیچ دار ہے شعر
ہے سخن میر کا عجب ڈھب کا

میر، زمانۂ تحریر: ۱۸۰۳

شاعر ہو مت چپکے رہو اب چپ میں جانیں جاتی ہیں
بات کرو ابیات پڑھو کچھ بیتیں ہم کو بتاتے رہو

ناسخ، ۱۷۷۶ - ۱۸۳۸

گرچہ ہے نظم مگر نثر کا ہوتا ہے گماں
یہ غزل ڈال ہے ناسخ کی پریشانی پر

ناسخ
زمانۂ تحریر: قبل ۱۸۱۰

ناسخ ہے میر سلمہ اللہ کی زمین
اک معنی شگفتہ کو باندھا ہزار رنگ

آتش ۱۷۷۸ء-۱۸۴۷
تاریخ تحریر: قبل ۱۸۴۰

کھینچ دیتا ہے شبیہہ یار کا خاکہ خیال
فکر رنگیں کام اس پر کرتی ہے پرواز کا
بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

آتش
زمانۂ تحریر: قبل ۱۸۴۰

اپنے ہر شعر میں ہے معنی تہ دار آتش
وہ سمجھتے ہیں جو کچھ فہم و ذکا رکھتے ہیں

آتش
زمانۂ تحریر: قبل ۱۸۴۰

بلند و پست عالم کا بیان تحریر کرتا ہے
قلم ہے شاعروں کا یا کوئی رہرو ہے بیہڑ کا

غالب ۱۷۹۷-۱۸۶۹
تاریخ تحریر: ۱۸۱۶

اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقت آرائش
لباس نظم میں بالیدن مضموں عالی ہے

غالب، زمانۂ تحریر: ۱۸۱۶

اسد ارباب فطرت قدرداں لفظ و معنی ہیں
سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسیں کا

غالب، زمانۂ تحریر: ۱۸۲۱

حسن و فروغ شمع سخن دور ہے اسد
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

سید محمد خاں رند ۱۷۹۷-۱۸۵۷

رہے نہ مرغ مضامیں کی فکر ہی میں خراب
کرے ہمارے معانی کو بھی شکار قلم

مومن، ۱۸۰۰-۱۸۵۲

اگرچہ شعر مومن بھی نہایت خوب کہتا ہے
یہاں ہے لیک معنی بند و مضموں یاب اپنا سا

غالب، بنام تفتہ
تاریخ تحریر: ۱۸۵۰

چار لفظ، اور چاروں واقعے کے مناسب

مضمون کے بھی شعر اگر ہوں تو خوب ہیں
کچھ ہو نہیں گئی غزل عاشقانہ فرض

اصغر علی خاں نسیم ۱۷۹۴-۱۸۶۴

غالب، بنام حاتم علی مہر
تاریخ تحریر: ۱۸۵۹

زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے معانی نازک مطالب کا بیان دل نشیں۔

غالب، بنام تفتہ
تاریخ تحریر: ۱۸۶۲

شاعری معنی آفرینی ہے، قافیہ پیمائی نہیں ہے۔

غالب، بنام علائی
تاریخ تحریر: ۱۸۶۲

قدسی شاہ جہانی شعرا میں صائب و کلیم کا ہم عصر اور ہم چشم۔ ان کا کلام شور انگیز۔

مضمون آفرینی کی چند مثالیں

(۱)

مضمون: قامت یار

سرو
موزوں
سرو رواں
قمری
شادابی
مصرع
طوبیٰ
سروِ ناموزوں
قامت موزوں
تقطیع (آرائش)
قامت = مصرع
مصرع تر
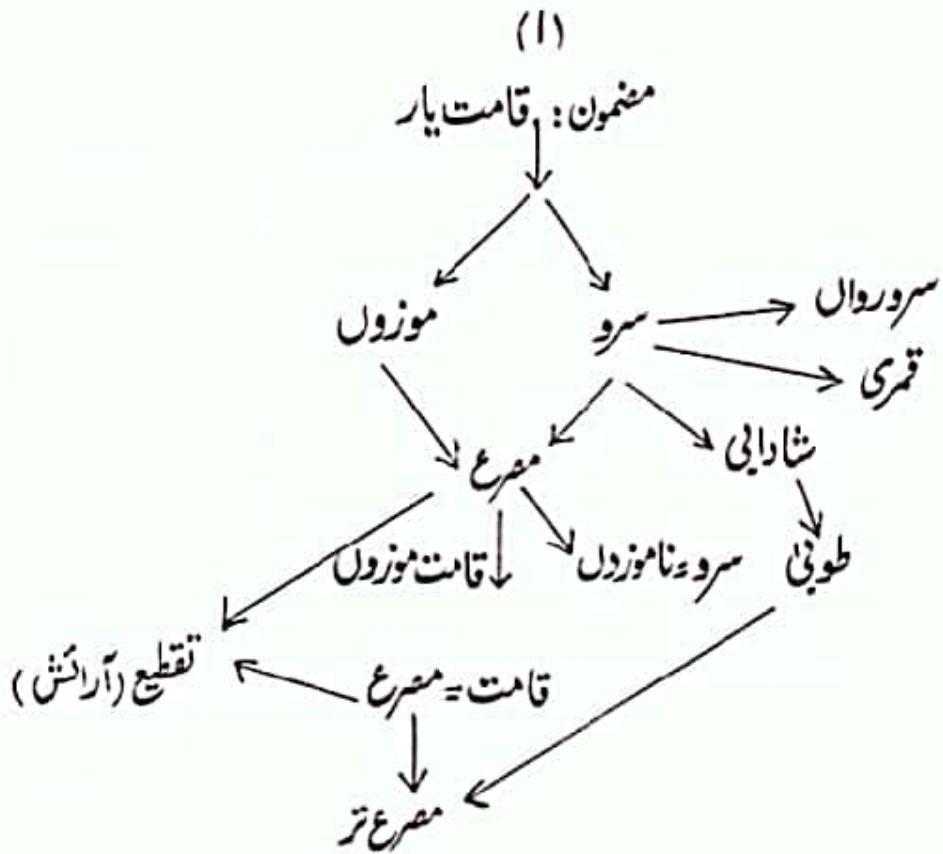
(۱)

سرو سیمینا بہ صحرا می روی
نیک بد عہدی کہ بے ما می روی
(سعدی)

(۲)

برخیز تا چمن را از قامت و بیانت
ہم سرو در بر آید ہم نارون بر آید (حافظ)

(۳)

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار
فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست (حافظ)

(۴)

قمریاں پاس غلط کردۂ خودی دارند
ور نہ یک سرو دریں باغ بہ بالائے تو نیست

(صائب)

(۵)

گرچہ یک سرو بہ رعنائیٔ آں قامت نیست
چونکہ تقطیع کند مصرع موزوں گردد محسن تاثیر

(۶)

ہے پسند طبع عالی مصرع سرو بلند
جب سے گلشن میں ترا قد دیکھ کر موزوں ہوا (ولی)

(۷)

موزوں قد اس کا چشم کے میزاں میں جب تلا
طوبیٰ تب اس سے ایک قدم ادھ کسا ہوا (شاکر ناجی)

(۸)

سیر کی رنگیں بیاضِ باغ کی ہم نے بہت
سرو کا مصرع کہاں وہ قامت موزوں کہاں (میر)

(۹)

سرو تو ہے سنجیدہ لیکن پیش مصرع قدِ یار
ناموزوں ہی نکلے ہے جب دل میں اپنے تولیں ہیں (میر)

(۱۰)

باغ میں تقطیع اس سروِ رواں کی دیکھ کر
سرو کا مصرع مری نظروں میں ناموزوں ہوا (ناسخ)

(۱۱)

غضب ہے سرو باندھا اس پری کے قد گلگوں کو
یہ کس شاعر نے ناموزوں کیا مصراع موزوں کو (ناسخ)

(۱۶)

پہنچتا اسے مصرع تازہ و تر
قد یار سا سرو موزوں نہ نکلا (آتش)

(۱۷)

اے سرو رواں اے جان جہاں آہستہ گزر آہستہ گزر
جی بھر کے میں تجھ کو دیکھ تو لوں بس اتنا ٹھہر بس اتنا ٹھہر (سلیمان اریب)

(۲)

مضمون : عاشق کی تبدیل حال

کاہیدگی

واماندگی

اجنبیت

(۱)

زبس کہ حسن فزود و غمش گداخت مرا
نہ من شناختم او را نہ او شناخت مرا (نسبتی تھانیسری)

(۲)

میرے احوال پر نہ ہنس اتنا
یوں بھی اے مہرباں پڑتی ہے (درد)

(۳)

گھل گیا آپی آپ کچھ قائم
کیا بلا اس جوان پر آئی (قائم چاندپوری)

(۴)

میرے تغیر حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے (میر)

(۵)

نہیں ہوں مخاطب نہ تو ہے مخاطب
وہی میں وہی تو نہیں ہوں نہ تو ہے (ناسخ)

(۶)

میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ
تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے (مومن)

(۷)

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو [۱]
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں (غالب)

(۸)

افسوس کر رہا ہے جو پہچانتا نہیں
اس حال پر نثار میں ایسا بدل گیا
(اصغر علی خاں نسیم)

(۹)

اب نہ تم وہ رہے نہ ہم وہ رہے
اتفاقات ہیں زمانے کے (فراق)

(۳)

مضمون: معشوق کا حسن

---
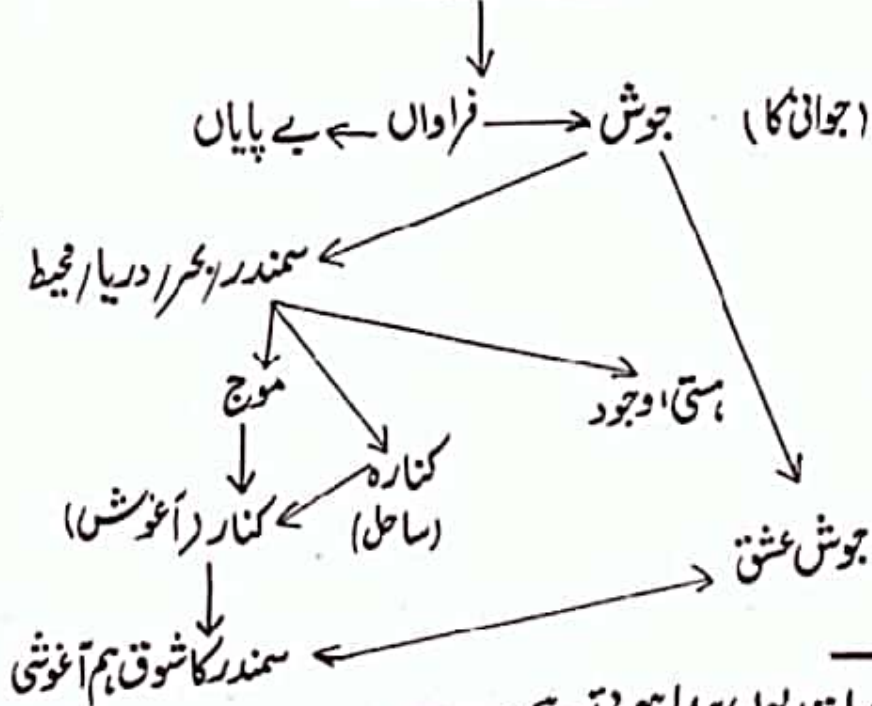
[۱] بات میں بات یوں پیدا ہوتی ہے۔

(۱)

(دیوان اول) اسی دریائے خوبی کا ہے یہ شوق
کہ موجیں سب کناریں ہو گئی ہیں (میر)

(۲)

(دیوان اول) کون آیا تھا نہانے لطف بدن نے کس کے
لہروں سے سارا دریا آغوش کر دیا ہے (مصحفی)

(۳)

(دیوان دوم) اٹھتی ہے موج ہر یک آغوش ہی کی صورت
دریا کو ہے یہ کس کا بوس و کنار خواہش (میر)

(۴)

(دیوان پنجم) اس کا بحر حسن سراسر اوج و موج و تلاطم ہے
شوق کی اپنے نگاہ جہاں تک جاوے بوس و کنار ہے آج (میر)

(۵)

(دیوان دوم) اے بحر حسن ہووے یہ آگے سر دٹک تب
جوں موج ہو لبالب تجھ سے کنار عاشق (میر)

(۶)

(دیوان ششم) آغوشیں جیسے موجیں اپنی کشادہ ہیں
دریائے حسن اس کا کہیں ہم کنار کر (میر)

(۷)

بے قراری ہمیں جوں موج نہ کیوں کر ہو کہ جب
لہر دریا کی طرح یار کا جو بن مارے (جرأت)

(۸)

مرے محبوب سے آغوش کوئی بھی نہیں خالی
وہ بحر حسن ایسا ہے کہ ہستی جس کا ساحل ہے (ناسخ)

(۹)

ان کو شباب کا نہ مجھے دل کا ہوش تھا
اک جوش تھا کہ محو تماشائے جوش تھا (فانی)

(۴)

مضمون: بہار کی خبر

(۱)

سنے ہے مرغِ چمن کا تو نالہ اے ساقی
بہار آتی ہے بلبل خبر لگا کہنے (سودا)

(۲)

قفس کو لے اڑیں اس پر اسیر مضطرب تیرے
خبر گل کی سنیں اڑتی سی گر بادِ بہاری سے (ذوق)

(۳)

آمد بہار کی ہے کہ بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی (غالب)

(۵)

مضمون: گریہ
↓
چشم گریاں
↓
چشمہ
↓
دریا / سمندر / سیلاب
↓ طوفان ← / بادل →
طوفان → شور
طوفان ↓ تباہی
طوفان → ویرانی
بادل ↓ بارش ↓ ہریالی
تباہی → ویرانی
ہریالی ↔ جنگل ↔ ویرانی

انداز گفتگو کیا ہے
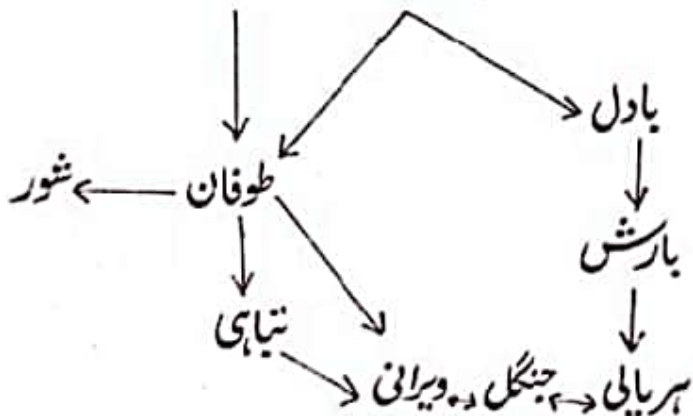
سیلاب سرشک از غم ہجراں ثوام دوش
تا دوش بد امروز بہ بالائے سر آمد

زمانۂ تحریر: ۱۲۶-۱۲۷۵

خسرو ۱۲۵۳-۱۳۲۴

چنداں گریستم کہ ہر آں کس کہ بر گذشت
از دیدہ ام چو دید رواں گفت ایں چہ جوست

حافظ م ۱۳۸۹

دریا سے اشک اپنا جب سر پہ اوج مارے
طوفان نوح بیٹھا گوشے میں موج مارے

خان آرزو ۱۶۸۹ - ۱۷۵۶

اتنا وفور خوش نہیں آتا ہے اشک کا
عالم کو مت ڈبو ہو اے چشم تر کہیں

اشرف علی خاں فغاں م ۱۷۷۲

ساون کے بادلوں کی طرح سے بھرے ہوئے
یہ وہ نین ہیں جن سے کہ جنگل ہرے ہوئے

زمانۂ تحریر قبل ۱۷۵۴

سودا ۱۷۱۳-۱۷۸۱

کن نیندوں اب تو سوتی ہے اے چشم گریہ ناک
مژگاں تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا

زمانۂ تحریر قبل ۱۷۵۲

میر ۱۷۲۲-۱۸۱۰

اب چشم گریہ بیا صرفہ ہے کیا جہاں کا
سیلاب خوں سے تیرے جل تھل تو بھر چکا ہے

قائم چاندپوری م ۱۷۹۴

اس چشم گریہ ناک نے عالم ڈبو دیا
جیدھر گئی ادھر کو یہ طوفان لے گئی

میر حسن ۱۷۲۷-۱۷۸۶

انداز گفتگو کیا ہے

ہر گل زمین یاں کی روتے ہی کی جگہ تھی
مانند ابر ہر جا میں زار زار رویا
میر

زمانۂ تحریر قبل ۱۷۵۲

دل میں پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفاں نکلا

زمانۂ تحریر ۱۸۲۱

غالب ۱۷۹۷ – ۱۸۶۹

↓

آنسو تو ڈھیرے پی گئے لیکن وہ قطرۂ آب
اک آگ تن بدن میں ہمارے لگا گیا
میر

زمانۂ تحریر ۱۷۵۲ - ۱۷۷۸

↑

شور محشر شد وزاں سوے جہاں گشت بلند
نالہ را کہ من از ترس تو پنہاں کردم

↓

نعمت خان عالی م ۱۷۰۹

(۱۹۸۹)